21

مسلمان بننے کیلئے اسلام کے ہر ایک حکم پر عمل کرو

(فرمودہ ۱۹؍ اگست ۱۹۲۱ء بمقام ناسنور کشمیر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

مسلمان ہر روز پانچ وقتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ **اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔** (الفاتحہ : ۶۔۷) یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ پانچ وقتوں میں کم سے کم تیس چالیس دفعہ یہ دعا کی جاتی ہے صبح سورج چڑھنے سے پہلے زوال کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے اور بعد اور سونے کے وقت اور علاوہ اس کے اور وقتوں میں بھی مثلاً رات کے پچھلے حصہ میں اور سورج نکلنے کے کچھ دیر بعد۔ وہ سیدھا راستہ کیا ہے جس کے لئے مسلمان دعا مانگتا ہے کہ مجھے مل جائے اور مجھے اس پر چلایا جاوے یہاں قرآن کریم نے بیان تو فرمایا نہیں صرف الفاظ رکھ دئے ہیں کہ سیدھا راستہ دکھا اس لئے کسی خاص بات تک اس دعا کو محدود کر دینا درست نہیں۔ یہ کہہ دینا کہ اس سے فلاں بات مراد ہے یا فلاں غلط ہے۔ کیونکہ اگر کوئی خاص بات مراد ہوتی۔ تو قرآن کوئی قرینہ بتلا دیتا۔ یا بات بیان فرما دیتا۔ لیکن قرآن نے یہاں اشارتاً" بھی نہیں بتایا۔ کہ کوئی خاص ہدایت مراد ہے۔ اور نہ کوئی قرینہ بیان کیا ہے۔ کہ جس سے کوئی حد بندی ہو سکے۔ عام الفاظ رکھے ہیں۔ پس عام معنی ہی لیتے ہیں کہ جس امر میں ہمیں سیدھا راستہ درکار ہو اسی امر میں سیدھا راستہ مل جائے۔ میں ایک اصل بیان کرتا ہوں جس سے یہ عام دعا قبول ہو جائے۔

اگرچہ ہر ایک دعا کی کیفیت کی حد بندی رکھی گئی ہے مختلف لوگ مختلف وقتوں میں جو دعائیں کرتے ہیں۔ خاص خاص درجوں کے ماتحت قبول ہوتی ہیں۔ یہ درجے کچھ اعمال کی وجہ سے ہوتے ہیں اور کچھ اخلاص کی وجہ سے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دعا کی۔ اور آپ نبیوں کے سردار بن گئے۔ ایک طرف تو خدا تعالیٰ کا وہ قرب ملا کہ آپ کو خدا سے جدا کرنا مشکل ہو گیا۔ دوسری طرف بندوں پر وہ فیوض جاری کئے کہ آپ کے متبعین تک نبیوں میں شامل ہو گئے یا

نبیوں جیسے ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی دعا کرتے تھے۔ مگر خاتم النبین نہیں بنے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کا درجہ عطا فرمایا۔ اور سرداری اور استاذئی امت کا درجہ ان کو ملا۔ اور ان کے ذریعہ اسلام کو دوبارہ قائم کیا گیا۔ مگر پھر بھی رسول کریمؐ والا درجہ نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ بھی یہی دعا کرتے تھے۔ مگر انکو وہ درجہ نہیں ملا۔ جو صدیق کو ملا۔ حضرت عثمانؓ بھی یہی دعا کرتے تھے کہ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔** (الفاتحہ : ۶-۷) مگر جو درجہ صدیقؓ اور فاروقؓ کو ملا تھا۔ وہ حضرت عثمانؓ کو نہ ملا۔ حالانکہ وہ بھی یہی دعا پڑھتے تھے۔ بلکہ زیادہ دفعہ پڑھتے تھے۔ بہ نسبت حضرت ابوبکرؓ کے۔ جیسا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو نمازوں کی وجہ سے فضیلت نہیں بلکہ اس بات کی وجہ سے ہے۔ جو ان کے دل میں ہے-۱- پھر حضرت علیؓ بھی یہی دعا کرتے تھے۔ مگر ان کو وہ درجہ نصیب نہ ہوا۔ جو پہلوں کو ملا۔ پھر صحابہ میں سے عشرہ مبشرہ بھی یہی دعا پڑھتے تھے۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ سعیدؓ۔ سعدؓ۔ ابوعبیدہؓ وغیرہ ان میں بعض بعض سے بڑے اور بعض بعض سے چھوٹے تھے۔ مگر ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درجے کو نہیں پہنچے۔ پھر اور صحابہ تھے۔ جو اسلام کی راہ میں شہید ہوئے۔ یا اسلام کی تعلیم کو لوگوں میں پھیلایا۔ یا روحانی مدارج کو حاصل کیا۔ یا قضا کا کام کیا وغیرہ مگر انکو وہ درجہ نہ ملا جو اول الذکر لوگوں کو ملا۔ پھر وہ لوگ بھی تھے۔ جو نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ مگر منافق تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ سوائے عشاء اور صبح کی نمازوں کے۔ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ ان کی نسبت فرمایا۔ **فی الدرک الاسفل من النار** (النساء : ۱۴۶) آج مسلمان بھی یہی دعا پڑھتے ہیں۔ مسجدوں میں بھی جاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے وظیفے پڑھتے۔ چلے کاٹتے ہیں۔ نوافل پڑھتے ہیں مگر چہروں پر لعنت برس رہی ہے۔ ذلت میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پس دعا کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اخلاص کا حصہ بھی ضروری ہے۔ دو آدمی ایک ہی کھانا کھاتے ہیں۔ ایک موٹا ہو جاتا ہے دوسرا دبلا ہی رہتا ہے۔ تو ہمیشہ لفظوں کو ہی نہیں دیکھا کرتے۔ بلکہ اس کے ساتھ اخلاص۔ ایمان اور اندرونی حالت کو بھی دیکھتے ہیں۔ جب پانی برستا ہے تو ایک درخت کڑواہٹ میں بڑھ جاتا ہے۔ دوسرا شیرینی میں تیسرا کھٹاس میں۔ حالانکہ ایک ہی پانی ہوتا ہے۔ سیب کا درخت جو کم میٹھا ہے وہ کم ہی میٹھا ہے۔ جو زیادہ میٹھا ہے۔ وہ اور زیادہ شیریں ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے کمال کے مطابق فائدہ اٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اخلاص کے مطابق چونکہ حضرت ابوبکرؓ والا اخلاص حضرت عمرؓ میں نہ تھا۔ اگرچہ ان کا اخلاص بھی نہایت اعلیٰ تھا۔ اس لئے مدارج میں تفاوت ہوا۔ پس یہ دعا **اھدنا الصراط المستقیم** جو خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے۔ مختلف لوگوں نے مختلف نتائج اس سے حاصل کئے ہیں۔ اور اپنے اپنے مدارج کے ماتحت ہر انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

میں اب وہ اصل بتاتا ہوں کہ جس سے ہر شخص اس دعا سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جتنے شریعت کے احکام ہیں۔ ان کا بڑا یا چھوٹا ہونا انسان کی اپنی حیثیت پر ہوتا ہے۔ اصل بات اسلام کی یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو۔ اسی لئے ہمارا نام مسلم رکھا گیا ہے۔ مصلّی نہیں رکھا گیا نہ موحد۔ حالانکہ توحید سب سے بڑا عقیدہ اور صلوٰۃ سب سے بڑی عبادت ہے ہمارا نام حاجی بھی نہیں رکھا اور نہ خیراتی یا صدقہ دینے والا رکھا ہے۔ ہدایت پر چلنے والے کا نام مسلم رکھا ہے۔ اس لئے **اھدنا الصراط المستقیم** کے معنی ہیں ہم کو اسلام دے۔ یعنی فرمانبرداری کا راستہ۔ مگر یہ ملتا درجہ کے مطابق ہی ہے۔ ایک اسلام حضرت ابراہیم کا بھی تھا کہ جب ان کو ان کے رب نے کہا۔ **اسلم** تو انہوں نے کہا۔ **اسلمت لرب العٰلمین** (البقرۃ : ۱۳۲) اس کا نتیجہ نبوت تھا ایک اسلام وہ تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خاتم الانبیاء بن گئے۔ اب آپ کی شریعت قیامت تک چلے گی۔ ایک شعشہ بھی اس کا کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور آپ کی اتباع کے بغیر اب کوئی کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ درجہ آپ کو بھی فرمانبرداری سے ملا۔ ایسی فرمانبرداری کہ کسی انسان نے ویسی نہ کی تھی۔ ویسا ہی فیض بھی پہنچا۔ پس سیدھے راستہ کا نام اسلام ہے یعنی فرمانبرداری۔ اور جیسی جیسی فرمانبرداری ہوگی ویسے ویسے نتائج ہونگے۔ جس اخلاص کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے فرمانبرداری کی اس کے مطابق آپ صدیق تھے۔ پھر جس اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمانبرداری کی اس کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ نے امتی نبی کا درجہ دیا۔ سو اپنے اپنے اخلاص کے مطابق درجے ملتے ہیں۔

اخلاص عقائد میں بھی ہوتا ہے اور اعمال میں بھی۔ جتنی ترقی کوئی اس میں کرتا ہے۔ اتنی ہی ترقی مدارج میں ہوتی ہے۔ اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ کا ایک ہی تھا۔ فرق صرف اعلیٰ اور ادنیٰ کا تھا۔ پس ایک ہی گر ترقی کا ہے اور وہ یہ کہ انسان پورا مسلم ہے۔ کوئی خاص حکم مان کر انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔ بلکہ سب حکموں کو مانکر ملتی ہے۔ صرف نماز پڑھ کر نہ صرف روزہ رکھ کر اور نہ صرف حج کر کے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شریعت کے کسی حکم کو نہیں مانتا یا اس کو ترک کرتا ہے یا حقیر جانتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ جب تک تمام احکام کا ادب نہ کرے۔ اور کسی ایک حکم کی بھی حقارت کرے اس وقت تک وہ مسلم نہیں ہے۔ حکم کوئی بھی چھوٹا بڑا نہیں ہے۔ جس حکم کو وہ چھوٹا سمجھ کر اس کی حقارت کرتا وہی اس کے لئے بڑا ہے۔

بعض اوقات ایک رسم معمولی ہوتی ہے۔ مگر ایک شخص اسے نہیں چھوڑتا حالانکہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے۔ اور سب نیکیاں کرتا ہے۔ مگر جب اس نے کہا کہ میں ماں باپ دادا کی یہ رسم نہیں چھوڑتا تب ہی وہ اسلام سے نکل گیا۔ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ باپ دادا اس کے شریک ہوں یا کوئی

اور۔ یاد رہے کہ حقارت اور چیز ہے اور کمزوری اور چیز ہے۔ پس انسان اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو بھی حقیر نہ سمجھے ورنہ کامل نتائج نہیں پیدا ہو سکتے۔

لوگ بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں مگر بعض اوقات ایک چھوٹی سی بات ترک نہیں کر سکتے۔ جیسے طالوت کا واقعہ قرآن میں ہے۔ لوگ جہاد کے لئے مال اپنے بال بچے اور وطن چھوڑ کر چلے اور جان دینے کو تیار تھے۔ مگر نہر کا پانی نہ چھوڑ سکے۔ اس حکم کی حقارت کردی۔ جس سے ساری قربانی برباد ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوش کی وجہ سے نکلے تھے۔ خدا کی خاطر نہیں نکلے تھے ورنہ ایسی نافرمانی نہ کرتے۔ پس اگر کامیابی یا ترقی کرنا چاہتے ہو تو جہاں خدا کا حکم آوے اسے کبھی حقیر نہ سمجھو۔ رسم و رواج کو جب تک خدا کے لئے چھوڑنے کو تیار نہ ہوگے تب تک نمازیں روزے اور دوسرے اعمال آپ کو مسلمان نہیں بنا سکتے۔ جہاں نفس فرمانبرداری سے انکار کرتا ہے۔ اس موقع پر حقیقی فرمانبرداری کرنے کا نام اسلام ہے۔ اگر کوئی ایسا فرمانبردار نہیں ہے اور رسم و رواج کو مقدم کرتا ہے تو اس کا اسلام نہیں ہے۔

یہاں کے رواج جو اسلام کے برخلاف تھے۔ ان کی بابت میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ اب ایک اور بات بتاتا ہوں۔ وہ حکم قرآنی یہ ہے کہ عورتوں کے لئے خدا کی طرف سے پردہ مقرر کیا گیا ہے۔ جو حالات کے ماتحت تین قسم کا ہے (۱) ان عورتوں کا پردہ جن کو کام کاج کے لئے مجبوراً نکلنا پڑتا ہے۔ بغیر باہر نکلے اور روزی کے لئے کچھ کام کرنے یا خاوند کو روزی میں مدد دئے بغیر کنبہ کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی عورتوں کے لئے جائز ہے کہ کام کاج کے وقت ہاتھوں اور پاوں کو اور ماتھے سے لیکر ٹھوڑی اور کانوں کے سامنے تک چہرہ کو ننگا کرلیں (۲) اس سے اوپر کے درجہ کی عورتیں جن کو کام کاج کے لئے مجبوراً باہر نہیں نکلنا پڑتا وہ تمام جسم کو چھپاویں۔ سوائے قد اور چال کے جو مجبوراً ظاہر ہوتے ہیں (۳) تیسرا درجہ امہات المومنین کا ہے کہ وہ اکثر گھر سے باہر نہ نکلا کریں۔

یہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ عورتوں کے گریبان لمبے ہوتے ہیں۔ اس طرح چھاتی کا پردہ نہیں رہتا۔ یہ خلاف شریعت ہے۔ چونکہ یہ گریبان لمبا اس وجہ سے رکھنا پڑتا ہے کہ بچے کو دودھ پلایا جا سکے۔ کیونکہ جسم پر صرف ایک ہی کرتہ ہونے کی وجہ سے دامن کو اوپر نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اس لئے ایک گناہ کے نتیجہ میں (کہ وہ پاجامہ نہیں پہنتیں) دوسرا گناہ پیدا ہوگیا۔ یہ قرآنی حکم ہے گو بظاہر چھوٹی بات ہے۔ مگر دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لئے جائے اعتراض ہے۔ پردہ کے تمام مذاہب مخالف ہیں۔ مگر جب ان کو تبلیغ کی جائے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلے اپنے مذہب کو لوگوں میں جو فلاں ملک میں ۹۵ فیصدی آباد ہیں اس کا رواج دیں۔ اور اگر نہیں رواج دے سکتے تو یہ حکم ناقابل عمل ہے۔ اس طرح پر اسلام جائے اعتراض ٹھہرتا ہے۔ پس ہر مرد عورت کو سوچ لینا چاہیئے کہ وہ

اس پر عمل کرکے یا ترک کرکے کس گروہ میں شامل ہوتا ہے آیا نیک کرداروں میں یا اسلام کو بدنام کرنے والوں میں۔ اسی طرح اور رسومات ہونگی جن سے میں واقف نہیں۔ ان کے لئے بھی چاہیئے کہ اگر وہ اسلام کے برخلاف ہیں تو ان کو ترک کر دیا جاوے۔ مسلم اسی کا نام ہے۔ جو ہمیشہ فرمانبردار رہے۔ جو شخص نہ عمل کرے۔ بلکہ الٹا اسی مذہب کی باتوں کو حقارت سے دیکھے وہ نہ مسلم کہلا سکتا ہے نہ کوئی برکات اور قبولیت دعا حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ آپ کو اسلام کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل یکم ستمبر ۱۹۲۱ء)

۱۔ نزہتہ المجالس مصنفہ شیخ عبدالرحمان الصفوری

۲۔ البقرۃ : ۲۴۷ تا ۲۵۰